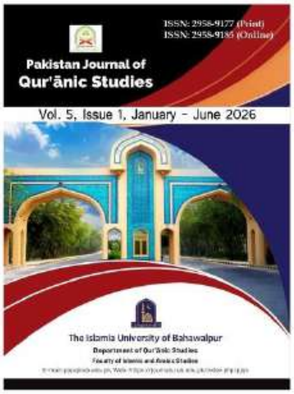

Pakistan Journal of Qur'ānic Studies

ISSN Print: 2958-9177, ISSN Online: 2958-9185

Vol. 5, Issue 1, January – June 2026, Page No. 59-80

HEC: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089226#journal_result

Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs

Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/issue/view/306

Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/4757

Publisher: Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

---

Title **The Qur'anic Discourse of Tathbīt (Divine Reassurance) for the Prophet (PBUH).**

Author (s):

Hajra Mumtaz
M.phil Scholar, Department of Arabic and Islamic Studies, GC University, Lahore, hajramumtaz999@gmail.com.

Dr. Hafiz Muhammad Naeem (Correspondence Author)
Associate Professor, Department of Arabic and Islamic Studies, GC University, Lahore, dr.naeem@gcu.edu.pk.

Received on: 08 June, 2026
Accepted on: 10 June, 2026
Published on: 30 June, 2026

Citation: Hajra Mumtaz, and Dr. Hafiz Muhammad Naeem. 2026. “تثبیت : رسولﷺ کا قرآنی اسلوب: The Qur'anic Discourse of Tathbīt (Divine Reassurance) for the Prophet (PBUH)”. *Pakistan Journal of Qur'ānic Studies* 5 (1):59-80. https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/4757.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

Pakistan Journal of Qur'ānic Studies, Vol. 5, Issue 1, January - June 2026, PP. 59-80

تثبیت رسول ﷺ کا قرآنی اسلوب

The Qur'anic Discourse of Tathbīt (Divine Reassurance) for the Prophet (PBUH)

Hajra Mumtaz

M.phil Scholar, Department of Arabic and Islamic Studies, GC University, Lahore, hajramumtaz999@gmail.com.

Dr. Hafiz Muhammad Naeem (Correspondence Author)

Associate Professor, Department of Arabic and Islamic Studies, GC University, Lahore, dr.naeem@gcu.edu.pk

Abstract:

This research discusses the Qur'anic methodology of tathbīt (divine reassurance and steadfastness) used to empower and console the Prophet Muhammad (PBUH) during the different phases of his prophetic mission. The study also proceeds from the premise that the proclamation of divine truth and the call toward monotheism, justice, and moral reform have historically encountered resistance from dominant socio-political and religious elites whose interests are threatened by transformative prophetic messages. Drawing upon relevant Qur'anic passages and historical accounts of the Prophetic era, this research explores the nature and concentration of the opposition faced by the Prophet Muhammad (PBUH), including psychological pressure, social isolation, physical harrying, and allegations such as madness, sorcery, and fabrication. Through an analytical examination of selected Qur'anic verses, the article demonstrates that divine revelation worked not only as a source of guidance but also as a powerful mean of spiritual support, emotional comfort, and psychological resilience for the Prophet (PBUH). The Qur'anic discourse of tathbīt reinforced the Prophet's conviction, addressed the challenges posed by intimidating propaganda, and provided him with a framework of patience, determination, and trust in divine wisdom. The paper further argues that the Qur'anic model of encouragement represents a comprehensive methodology for confronting ideological antagonism, social resistance, and personal hardship in the pursuit of truth and reform. Eventually, this study futher highlights the enduring relevance of the Qur'anic concept of tathbīt as a source of inspiration and guidance for contemporary efforts in religious outreach, social transformation, and moral leadership.

Keywords: *Tathbīt (Divine Reassurance), Prophet Muhammad (PBUH), Qur'anic Methodology, Prophetic Mission, Da'wah, Steadfastness and Resilience.*

Article Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/4757

تمہید:

انسانی تاریخ میں جب بھی کسی نئی حقیقت یا تصور کا آغاز ہوتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے مخالفین کا پیدا ہونا بھی ایک فطری امر ہے۔ اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے تاریخ انسانی میں دعوت حق کو ہمیشہ مخالفت، انکار اور استہزا کا سامنا رہا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگیوں میں یہ عنصر نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے کہ جب بھی انھوں نے اپنی قوموں کو راہ ہدایت کی دعوت دی تو انھیں اپنی قوم کی طرف سے شدید ردِ عمل کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ لوگ جو اپنی قوم کی فرسودہ روایات اور اپنے مفادات کے محافظ و تابع ہوتے تھے وہ ان انبیاء کی دعوت کو خطرہ سمجھتے اور انہیں جھٹلانے کے لیے مختلف حربے استعمال کرتے۔ اسی طرح خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی ﷺ کو بھی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ خصوصاً مکی دور میں جب آپ ﷺ نے توحید، رسالت، آخرت، عدل اور معاشرتی اصطلاحات کی دعوت دی تو قریش کے سرداروں نے، جن کے مفادات اس دعوت سے متاثر ہو رہے تھے، آپ ﷺ پر جادوگر، شاعر اور مجنون ہونے کے الزامات لگائے اور آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو طرح طرح کی جسمانی و ذہنی اذیتیں پہنچانے لگے۔ قرآن مجید نے اس معاملہ کو کچھ یوں بیان کیا ہے: وَقَالُوامَا هٰذَا إِلَّا إِفْكٌ مُّفْتَرًى وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ إِنْ هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ[1]

"اور انہوں نے کہا کہ یہ قرآن تو ایک گھڑا ہوا جھوٹ ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا جب اُن کے پاس حق آیا تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔"

آپ ﷺ نے دعوت توحید کا آغاز پہلے انفرادی طور پر کیا۔ پھر جب حکم الٰہی "وَأَنذِرْعَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ"[2] آیا، تو آپ ﷺ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر اپنی قوم کو پکارا۔ یہ اعلان صرف ایک نظریہ دینی نہ تھا بلکہ جاہلیت کے پورے نظام کو للکارنا تھا۔ چنانچہ مکہ کے سرداروں نے اس آواز حق کو دبانے کے لیے تمسخر، طعن، جھوٹے پروپیگنڈے، سماجی بائیکاٹ اور جسمانی اذیت جیسے ہتھکنڈے استعمال کیے۔ وہ معاشرہ جو اپنی روایات پر ناز کرتا تھا جب ان کے سامنے "قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ"[3] کا اعلان ہوا تو انہوں نے اس پیغام کو اپنے نظام کے لیے خطرہ سمجھا۔ وہی قوم جو محمد ﷺ کو "الصادق الامین" کہتی تھی۔ جب ان کا حق سے سامنا ہوا تو کہنے لگے "إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ"[4] ایسے وقت میں کوہ صفا کا منظر نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ جب آپ ﷺ نے جذبہ خیر خواہی کے تحت ان سب کو جمع کیا اور پوچھا کہ اگر میں یہ کہوں کہ: اس پہاڑ کے پیچھے لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کرو گے سب نے کہا کہ ہم نے آپ ﷺ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔ مگر جب آپ ﷺ نے کہا

[1] Saba, 34:43
[2] Ash-Shuara, 26:214
[3] Al-Ikhlas, 112:1
[4] An-Nahl, 16:103

کہ پھر سن لو میں تمہیں آنے والے عذاب سے خبر دار کرتا ہوں تو وہی لوگ ملامت کرنے لگے اور آپ ﷺ کے چچا ابولہب بولے: "تبالًك سائراليوم ألهذاجمعتنا"۔[5] یہی منکرین حق کے باطل تعصب کا وہ پہلا منظر ہے جو بعد میں ایک منظم انکار، اذیت، حقارت اور مخالفت کی تحریک بن گیا۔ مکہ کی گلیاں، طائف کی زمین اور شعب ابی طالب کے دن اس سچائی کے گواہ ہیں کہ جب حق روشنی لے کر آتا ہے تو باطل اس سے آنکھیں چراتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسکین دینے کے لیے نہ صرف آپ ﷺ کے پیغام کی اہمیت کا اعادہ کیا ہے بلکہ آپ ﷺ کو سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی مثالیں دے کر بتایا کہ ہر نبی نے اپنے وقت میں مختلف مشکلات کا سامنا کیا ہے۔ لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ کی نصرت سے وہ کامیاب ہوئے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ مثالیں آپ ﷺ کی تثبیت کے لیے تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بتلایا کہ آپ ﷺ کا پیغام اور جدوجہد رائیگاں نہیں جائے گی۔ قرآن مجید میں انکار حق اور اس کے رد عمل کے طور پر آپ ﷺ کو تسلی و تشفی دینے کے متعدد اسالیب ملتے ہیں۔ ان کے ذریعے آپ ﷺ کو اس بات کا یقین دلایا گیا کہ حق کا راستہ کٹھن ضرور ہے لیکن کامیابی و کامرانی مل کر رہے گی۔ حق کی دعوت محض ایک نظری پیغام نہ تھی بلکہ یہ ایک ہمہ جہتی انقلابی تحریک تھی جو جاہلیت کے قائم شدہ نظام کو چیلنج کر رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ منکرین حق نے اس پیغام کو محض نظر انداز نہیں کیا بلکہ اس کے خلاف شدید مزاحمت، تحقیر اور اذیت کا راستہ اختیار کیا۔

دعوت نبوی ﷺ کے مقابل منکرین حق کے رویے:

قرآن حکیم میں منکرین حق کے مختلف رویوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے ان رویوں کو محض تاریخی واقعات کی صورت میں نہیں بلکہ ایک دائمی اصول کے طور پر بیان کیا ہے تاکہ ہر دور کے اہل ایمان ان سے عبرت و سبق حاصل کریں ، باطل کے ہتھکنڈوں کو پہچان سکیں اور راہ حق میں ثابت قدم رہیں۔ انکار حق کے مختلف مظاہر، جیسا کہ تمسخر، ضد، بے جا انکار ، دلائل کو جھٹلانا اور ہٹ دھرمی کو قرآن مجید نے نہایت حکمت سے بیان کیا ہے اور منکرین حق کے طرز عمل کو واضح کر کے نہ صرف ان کی کجروی کو بے نقاب کیا گیا ہے بلکہ اہل ایمان کو فتنہ و آزمائش کے لمحات میں صبر کی تلقین بھی کی گئی نیز پیغمبر علیہم السلام کو بھی ثابت قدم رہنے اور انکار حق سے پریشان نہ ہونے کی ہدایت کی گئی۔ دعوت حق کے خلاف منکرین حق کے رویوں کے اسباب ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

ا۔ تکبر اور ضد:

---

[5] Sahih Bukhari, Hadith no. 4501

منکرین حقکا سب سے نمایاں رویہ اُن کا تکبر اور ضد تھا۔ وہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی صرف اپنی بڑائی اور ضد کی وجہ سے حق بات قبول نہ کرتے۔ ایسا لگتا تھا جیسے دلوں پر مہر لگ چکی ہو اور وہ راہ ہدایت کو اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اپنے گھمنڈ سے دیکھتے ہوں۔ قرآن مجید نے ان کے اس باطنی مرض کو مختلف مقامات پر واضح فرمایا اور ان کے اس تکبر اور ضد کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کچھ اس طرح سے بیان کیا: وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا[6]

"اور انہوں نے ظلم و تکبر کی وجہ سے ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ ان کے دل ان نشانیوں کا یقین کر چکے تھے۔"

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کھلے معجزات دے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا تو فرعون انہیں دیکھ کر بھی حق کو تسلیم کرنے کی بجائے انکار پر قائم رہا۔ اس انکار کی وجہ صرف تکبر اور ظلم تھا حالانکہ اس کے دل میں اس کی سچائی کا کامل یقین تھا۔ اس روش پر چلتے ہوئے نبی آخر الزماں ﷺ کے منکرین بھی آپ ﷺ کی نبوت کے روشن دلائل دیکھ کر انکار کرتے تھے۔ دونوں کی روش میں ایک مماثلت تھی کہ دونوں نے اللہ کی ہدایت کو جانتے بوجھتے اور تکبر کی وجہ سے جھٹلایا۔[7]

۲۔ آبا پرستی اور اندھی تقلید:

منکرین حق اپنے آبا و اجداد کے طریقوں کو کسی دلیل یا حقیقت کے بغیر مانتے ہوئے ان پر عمل پیرا تھے اور اس پر اصرار کرتے تھے۔ ان کا یہ رویہ انہیں حقیقت سے گریز پر مجبور کرتا تھا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ حقیقت کچھ اور ہے ان کے اس رویے کو قرآن میں کچھ اس انداز سے بیان کیا گیا ہے: بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ[8]

"بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک مذہب پر پایا اور بے شک ہم انہی کے قدموں (آثار) پر چلنے والے ہیں۔"

یہ حقیقت ہے کہ مشرکین کے پاس اپنے عقائد کے حق میں کوئی مضبوط دلیل نہ تھی۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کو حجت بناتے تھے۔ ان کا یہی کہنا تھا کہ ہم اس دین پر قائم رہیں گے جس پر ہمارے باپ دادا تھے اور ہم اس سے انحراف نہیں کریں گے۔ مشرکین کا یہ رویہ کوئی نیا نہیں تھا بلکہ گزشتہ اقوام کا بھی یہی طرز عمل رہا ہے۔ جب ان کے

---

[6] An-Naml, 27:14
[7] Ibn kathir, Isamail bin umar bin kathir, Tafsir al-Qur'an al-Azim, Darul kutub al-Ilmiah, Beirut, 1419 A.H/1998, 6:142-143
[8] Az-Zukhruf, 43:22

سامنے انبیاء کرام علیہم السلام نے حق پیش کیا تو ان کی طرف سے بھی یہی جواب آیا۔ اس طرح انہوں نے سابقہ تعلیمات کو دلائل کے طور پر پیش کیا اور سچائی کو صرف اس لیے رد کیا کہ وہ ان کے مزاج اور آباپرستی کے خلاف تھی۔[9]

۳۔ دعوت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل حسد، عناد اور مخالفت:

حسد وہ باطنی بیماری ہے جس نے حق کو تسلیم کرنے والوں کے خلاف انکار اور مخالفت کو جنم دیا۔ اہل کتاب میں سے بعض افراد نے محض اپنے دلوں کے اندرونی حسد کی بنیاد پر مسلمانوں کے ایمان کو دیکھ کر انہیں دوبارہ کفر کی طرف لوٹانے کی خواہش کی۔ قرآن مجید میں ان کے اس رویے کا ذکر واضح انداز میں کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا گیا:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ[10]

"اہل کتاب میں سے بہت سے لوگ باوجود اس کے کہ حق ان پر ظاہر ہو چکا ہے۔ صرف حسد اور عناد کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ تم ایمان کو چھوڑ کر کفر کی طرف لوٹ جاؤ۔"

کعب بن اشرف (م ۶۲۴ء / ۳ھ) ایک یہودی شاعر تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ اشعار کہتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا۔ امام زہری رحمہ اللہ (۵۰-۱۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی اور جہاں تک اہل کتاب کا تعلق ہے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور نبوت کی علامات کو جانتے تھے اور اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ نبی ہیں جن کا ذکر ان کی کتابوں میں آیا ہے۔ یہ جاننے کے باوجود کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غیر پڑھے لکھے (اُمّی) نبی ہیں اور ایسی کتاب پیش کر رہے ہیں جو سراسر معجزہ ہے۔ لیکن ان کا عناد اس حد تک بڑھ گیا کہ صرف اس وجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عربوں میں مبعوث ہوئے، وہ انکار اور عناد کی راہ پر چل پڑے۔ انہوں نے نہ صرف خود حق کا انکار کیا بلکہ دوسروں کو بھی بہکانے لگے۔[11]

۴۔ رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمسخر:

منکرین حق نے دلائل و معجزات کے باوجود حق قبول نہ کیا اور تمسخر و استہزا پر اتر آئے۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حق کا مذاق اڑایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ کردار پر اعتراضات کیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے اس رویے کی نشاندہی فرمائی ہے: وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ[12]

---

[9] Ibn Kathir, Tafsir al-Qur’an al-Azim, 7:206
[10] Al-Baqarah, 2:109
[11] Ibn Kathir, Tafsir al-Qur’an al-Azim, 1:265
[12] Al-Hajar, 15:6

"اور انہوں نے کہا اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا یقیناً تو تو کوئی دیوانہ ہے۔"

کفار کی جانب سے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ سخت انکار، تکبر اور ضد کا مظاہرہ کیا گیا۔ وہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے دعویٰ نبوت کو سنجیدگی سے لینے کی بجائے تمسخر اور مذاق کا نشانہ بناتے تھے۔ طعن و تشنیع کے انداز میں کہتے کہ اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے۔ ہمیں تو تمہاری باتوں میں کوئی حقیقت نظر نہیں آتی۔ بلکہ تم ہمیں مجنوں و دیوانہ لگتے ہو۔ اگر تم واقعی سچے ہو تو ہمارے سامنے آسمان سے فرشتے کیوں نہیں لاتے جو ہمیں آ کر بتائیں کہ تم واقعی اللہ کے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہو۔[13]

۵۔ آیات اللہ سے اعراض:

اللہ تعالیٰ کی آیات سے جان بوجھ کر اعراض کرنا منکرین کا نمایاں طرز عمل تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سن کر اُن میں غور کرنے کی بجائے دانستہ طور پر ان سے اعراض کرتے تھے۔ یہ صرف انکار، ضد اور حسد کا تسلسل تھا۔ جو انہیں ہدایت سے دور کرتا چلا گیا۔ قرآن مجید ان کے اس طرز عمل کو یوں واضح کرتا ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ[14]

"اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جس کو اس کے رب کی آیات یاد دلائی جائیں مگر وہ جان بوجھ کر اس سے منہ موڑ لے اور جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اُسے بھول جائے۔"

در حقیقت سب سے بڑا مجرم وہی ہوتا ہے جس کے سامنے اس کے رب کا کلام پیش کیا جائے مگر وہ بے حسی اور تکبر کے ساتھ اس سے روگردانی کرے۔ بجائے اس کے کہ وہ قرآنی آیات سے سبق لے وہ ان سے غفلت برتتا ہے۔ جیسے اس کا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اس کی سابقہ بداعمالیاں اور گناہ بھی اسے یاد نہیں رہتے اور یوں وہ اپنی نافرمانی کی روش پر مزید جم جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے دل سخت ہو جاتے ہیں۔ ان پر حق بات اثر نہیں کرتی۔ ان کے دلوں پر گویا پردے پڑ جاتے ہیں اور کان ایسے ہو جاتے ہیں کہ سنائی تو دور کی بات اب نصیحت ان کو چھو کر بھی نہیں گزرتی۔[15] یہی وہ رویہ ہے جو ہر دور کے منکرین کا خاصہ رہا ہے۔

---

[13] Ibn Kathir, Tafsir al-Qur'an al-Azim, 4:452
[14] Al-Kahf, 18:57
[15] Ibn Kathir, Tafsir al-Qur'an al-Azim, 5:155

۶۔ دلیل کا مطالبہ مگر انکار برقرار:

منکرین حق میں سے بعض لوگ ایسے بھی تھے جو بظاہر دلیل کا مطالبہ کرتے تھے مگر دل کے اندر قبول حق کا کوئی جذبہ موجود نہ تھا۔ ان کی ضد اس حد تک بڑھ گئی کہ وہ روشن دلائل کے باوجود انکار پر قائم رہے ان کی اس حالت پر قرآن خاموش نہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا[16]

"اور انہوں نے کہا کہ ہم ہر گز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تو ہمارے لیے زمین سے چشمے جاری نہ کردے۔"

یہ آیت کفار و مشرکین کے عجیب و غریب مطالبات کو بیان کر رہی ہے جو ان کی دنیاوی خواہشات کے مطابق ہوں۔ مگر ان کا مقصد ہدایت حاصل کرنا نہ تھا بلکہ ضد، عناد، تکبر و استہزا کی بنا پر صرف مطالبات تھے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے غیر معمولی چیزوں کا مطالبہ کرتے تھے جو صرف دنیاوی کمالات پر مشتمل تھیں جیسے زمین سے چشمے کا نکالنا، سونے کا محل بنانا یا فرشتوں کو نازل کرنا۔ حالانکہ ان کا مقصد ایمان لانا نہیں بلکہ مذاق اڑانا اور دین کو جھٹلانا تھا۔[17]

۷۔ بشر ہونے پر طعن و اعتراضات:

انکار نبوت کے لیے منکرین کا ایک مستقل اعتراض یہ بھی تھا کہ اللہ کا پیغام کسی بشر کے ذریعے کیوں نازل ہوا۔ وہ نبوت کا انسانی سطح پر آنا اپنی عقل کے خلاف سمجھتے تھے۔ قرآن حکیم نے ان کے اس باطل اعتراض کو یوں بیان فرمایا ہے:

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَاۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ[18]

"اور انہوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح کے انسان ہو اور اللہ تعالیٰ نے کچھ نازل نہیں کیا تم محض جھوٹ بول رہے ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو ان گزشتہ امتوں کے واقعات سنائیں جنہوں نے اپنے زمانے میں ایمان کو جھٹلایا۔ حالانکہ وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی طرف سچائی لے کر آئے تھے۔ انہی واقعات میں شہر انطاکیہ کا واقعہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ شہر شرک اور بت پرستی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ہدایت کے لیے یکے بعد دیگرے تین رسول بھیجے۔ جنہوں نے نہایت نرمی و خلوص سے دعوت دی لیکن قوم نے ان کے خلوص کو نہ سراہا۔ بلکہ وہ کہنے لگے کہ تم تو ہماری طرح کے انسان ہو پھر تم پر وحی کیسے آسکتی ہے اگر تم واقعی رسول ہوتے تو کوئی خاص نشانی یا فرشتہ تمھارے ساتھ ہونا چاہیے تھا یہی نہیں بلکہ انہوں نے سخت الزام بھی لگایا کہ تم تو جھوٹ بول رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ یہی

---

16 Bani-Israil, 17:90

17 Ibn Kathir, Tafsir al-Qur’an al-Azim, 5:109

18 Yasin, 36:15

اندازانکار نبی کریم ﷺ کے زمانے میں مشرکین مکہ کا بھی تھا۔ انہوں نے یہ طعنہ بھی دیا کہ یہ کیسا رسول ﷺ ہے۔ کھاتا ہے ، بازار جاتا ہے اور ہماری طرح کا انسان ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی بشریت کو ان کے رسول ہونے کے خلاف دلیل بناتے رہے۔ حالانکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام انسان ہی تھے تاکہ انسانوں کو ان کی زبان، رہن سہن اور حالات کے مطابق ہدایت دے سکیں۔[19]

تسکین و تشفی کے قرآنی اسالیب:

دعوت حق کی راہ میں جن سختیوں اور اذیتوں کا سامنا رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں کرنا پڑا وہ انسانی سطح پر دل کو مجروح کرنے والی تھیں۔ ایسے نازک لمحات میں قرآن مجید نے محض دلاسہ نہیں دیا بلکہ آپ ﷺ کے لیے تسلی کے ایسے انداز اختیار کیے جو نبوت کے وقار اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر یقین کو مزید مضبوط کرنے والے تھے۔ یہ الفاظ کہیں سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے تذکرے کے ذریعے، کہیں اللہ کی سنتوں اور وعدوں کے بیان سے اور کہیں براہ راست آپ ﷺ کی مدح و تائید کی صورت میں سامنے آتے ہیں جو نہ صرف رسول مکرم ﷺ کے قلب مبارک کو سکون بخشتے ہیں بلکہ امت کے لیے بھی استقامت کا سرچشمہ ہیں۔ آپ ﷺ کو دی جانے والی تسلیات کا دائرہ صرف جذباتی دلجوئی تک محدود نہیں بلکہ ان میں فکری رہنمائی، اخلاقی تائید اور ایمانی تقویت بھی شامل ہے۔ ان تسلیات کو قرآن نے مختلف اسالیب میں پیش کیا ہے۔ ذیل میں قرآن مجید میں واردان تسلی آمیز اسالیب کا جائزہ لیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی دلجوئی کے لیے اختیار فرمائے۔

ا۔ اذیتوں کے مقابل صبر کی تلقین:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دینے کے لیے جو اسالیب اختیار کیے ان اسالیب میں صبر کی تلقین بھی شامل ہے تاکہ آپ ﷺ کو اپنے مشن میں درپیش مسائل اور اذیتوں کا مقابلہ کرنے کی قوت ملے۔ قرآن حکیم میں اس حوالے سے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا[20]

یعنی ایسے ماحول میں جہاں نبی کریم ﷺ کو تکذیب واذیت کا سامنا تھا۔ وہاں صبر کی تلقین صرف ایک حکم نہیں بلکہ ایک تسلی ہے جس میں اللہ تعالیٰ ' فرمارہے ہیں کہ سب کچھ میرے علم اور قدرت میں ہے آپ مطمئن رہیں نماز فجر اور عصر کے اوقات میں ذکر و تسبیح کا حکم بھی اسی روحانی اطمینان کا ذریعہ ہے جو دل کو صبر اور تقویت عطا کرتا ہے۔[21]

[19] Ibn Kathir, Tafsir al-Qur’an al-Azim, 6:504-505
[20] TaHa, 20:130
[21] Ibn Kathir, Tafsir al-Qur’an al-Azim, 5:286

۲۔ استہزا کے مقابل حمایت کامل:

جب دعوت حق کو تمسخر کا نشانہ بنایا گیا تو رب کریم نے اپنے محبوب ﷺ کی دلجوئی فرمائی اور کامل حمایت کا اعلان کیا۔ یہ انداز تسلی محض دفاع نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور حقانیت کی ربانی تصدیق بھی ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں کچھ اس انداز سے کیا گیا ہے: اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ[22]

بے شک ہم استہزا کرنے والوں کے مقابلے میں تمہیں کافی ہیں۔

جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اللہ کے حکم سے دین حق کی اعلانیہ دعوت کا آغاز کیا تو مشرکین مکہ نے مخالفت کا ایک نیا انداز اختیار کرتے ہوئے تمسخر کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کو ان کے عظیم مشن سے ہٹا دیں یا کم از کم آپ ﷺ کے حوصلے کو کمزور کریں۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ بے شک ہم تمہیں ان مذاق اڑانے والوں کے خلاف کافی ہیں۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکمل حمایت و حفاظت کی یقین دہانی تھی جو آپ ﷺ کے لیے ایک مضبوط روحانی تسکین کا سہارا بنی۔[23]

۳۔ قسم کھا کر نبوت کی تصدیق:

قرآن کریم نے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینے کے لیے اپنے نبی ﷺ کی نبوت کی صداقت پر قسم کھا کر ان کی تصدیق فرمائی یہ انداز بیان خود ایک عظیم تسلی ہے جو جھٹلانے والوں کے الزامات کے جواب میں رب کی طرف سے نازل ہوا:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى- مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى- وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى- إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى[24]

"اور قسم ہے تارے کی جب وہ غروب ہو، تمہارا ساتھی نہ بھٹکا ہے اور نہ بہکا ہے اور وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا یہ تو صرف وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔"

جب آپ ﷺ پر دیوانگی کا الزام لگایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیات کے ذریعے اس کی تردید فرمائی:

مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ[25]

---

[22] Al-Hajar, 15:95
[23] Ibn Kathir, Tafsir al-Qur’an al-Azim, 4:473
[24] An-Najm, 53:1-4
[25] Al-Qalam. 68:2

سید طنطاوی لکھتے ہیں:

وفي إضافته ﷺ إلى الرَّبِّ عزَّ وجلَّ مزيدُ إشعارٍ بالتسليةِ والقُربِ والمحبَّةِ، ومزيدُ إشعارٍ أيضًا بنفيِ ما افتراه الجاهلون من قولهم: إنَّه ﷺ مجنونٌ؛ لأنَّ هذه الصفةَ لا تجتمعُ في عبدٍ أنعمَ اللهُ تعالى عليه، وقرَّبه، واصطفاهُ لحملِ رسالتِهِ وتبليغِ دعوتِهِ۔[26]

۴۔ تکذیب رسول در حقیقت تکذیب خدا:

دعوت حق کے سفر میں مخاطبین کی طرف سے طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کا سامنا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو کرنا پڑا۔ منکرین حق کے اس رویے سے انبیاء کرام علیہم السلام کا رنجیدہ ہونا ایک فطری امر تھا۔ چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے دلوں کی کیفیت سے اللہ تعالیٰ بخوبی باخبر ہوتا ہے، اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ[27]

"تحقیق ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتیں آپ ﷺ کو غمگین کرتی ہیں بس بے شک وہ آپ ﷺ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ وہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ بات جتانے کے لیے فرمایا کہ آپ ﷺ جب بھی ان منکرین کی باتوں سے دل گرفتہ ہوتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ لوگ آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت فوری طور پر نہیں کی کیونکہ اس کے ہر فیصلے میں حکمت ہوتی ہے۔ گویا نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ ان کی تکذیب پر غم نہ کریں۔ کیونکہ ان کو نظر انداز کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کا ایک حصہ ہے۔ اس آیت کے دوسرے حصے "فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ" میں آپ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ ان منکرین نے درحقیقت آپ ﷺ کی ذات کا انکار نہیں کیا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے پیغامات کو جھٹلا رہے ہیں اور ان کی مخالفت کا نشانہ آپ ﷺ نہیں بلکہ قرآنی آیات (کلام اللہ) ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کو تسلی دی گئی اور صبر کی تلقین کی گئی کہ ان کے اعتراضات اور باتوں کو دل پر نہ لیں۔ یہ لوگ نہ آپ ﷺ کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کو بلکہ وہ خود اپنی ہلاکت کا سامان تیار کر رہے ہیں۔[28]

---

[26] Tantavi, Muhammad Sayed, at-Tafsir al-Wasit lil-Qur'an al-Karim, Cairo, Dar-ul-Ma'arif, 15:40

[27] Al-An'am, 6:33

[28] Islahi, Amin ahsan, Tadabur Qur'an, Lahore:Faran foundation, 1430 A.H, 3:44

۵۔ منکرین حق کے سوالات اور قلبی تسکین:

جب اہل یہود نے آپ ﷺ سے روح کے متعلق سوال کیا تو ان کا مقصد حقیقت کو جاننا نہیں تھا بلکہ وہ آپ ﷺ کو لاجواب کر کے شرمندہ کرنا چاہتے تھے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے خطاب فرمایا بلکہ آپ ﷺ کی نبوت اور علم کو ثابت کر کے آپ ﷺ کے قلب مبارک کو تسلی بھی عطا فرمائی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش نے یہودیوں سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی آٹھ باتیں بتائیں جو ہم اس شخص (آپ ﷺ) سے پوچھیں۔ انہوں نے کہا ان سے روح کے بارے میں پوچھو۔ قریش نے آپ ﷺ سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی[29]: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا[30]

ان لوگوں کا گمان تھا کہ روح کا علم ایک ایسا علم ہے جس کے بارے میں آپ ﷺ کو یقیناً علم نہ ہو گا۔

انہیں کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں فرمایا: وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا[31]

اسی طرح علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (۱۳۶۱ء-۱۴۵۱ء) فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا مقام نہایت بلند ہے۔ اللہ کے محبوب ﷺ تمام مخلوق کے سردار ہیں۔ یہ تصور ہی ناقابل فہم ہے کہ تاجدار رسالت کو روح کے بارے میں علم نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب ﷺ پر یہ احسان فرمایا کہ آپ ﷺ کو وہ سب کچھ سکھایا جو آپ ﷺ نہیں جانتے تھے اور فرمایا کہ آپ ﷺ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔[32] یہ انداز تعلیم بھی دراصل نبی کریم ﷺ کے لیے ایک تسلی اور ربانی احسان کا نمونہ ہے جو آپ ﷺ کی عظمت اور اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت کو ظاہر کرتا ہے۔

۶۔ قلب نبوی ﷺ کی تثبیت میں سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات:

انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرتوں میں اہل حق کے لیے صبر و استقامت اور تسلی کے گہرے اسباق پوشیدہ ہیں۔ قرآن کریم نے آپ ﷺ کے دل کو ثابت قدم رکھنے کے لیے ان واقعات کو نہایت حکمت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اسی پس منظر میں سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات بطور تسلی اور نصیحت بیان ہوئے ہیں۔ سورۃ الانعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا[33]

---

[29] Tirmidhi, Muhammad bin Esa, aljame', Hadith no. 3151
[30] Bani Israil, 17:85
[31] An-Nisa, 4:113
[32] Umdatul-Qari, Kitab al-Ilm, Bab qawl Allahi t'ala: Wama Otitum minal-ilmi illa qalila, 1st edition, Darul kutub al-Ilmiah, Beirut, 1421A.H/2001, 2:304
[33] Al-An'am, 6:34

"اور البتہ تحقیق تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے اور انہوں نے اس جھٹلانے اور ایذائیں پانے پر صبر کیا یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد آ پہنچی۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے ایسی جہت کی طرف توجہ دلائی ہے جو ہر نبی اور اس کی امت کے لیے آزمائش کا لازمی مرحلہ رہی ہے۔ یعنی اللہ کی مدد اور فتح سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے ماننے والوں کو سخت آزمائش و استہزا اور تکلیف دہ حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس دوران اہل باطل کی سرکشی اور ضد نمایاں ہوتی ہے۔ جبکہ اہل ایمان کی سچائی، صبر اور استقامت نکھر کر سامنے آتی ہے یہی وہ وقت ہے جب باطل پر حجت پوری ہو جاتی ہے اور پھر اللہ کی مدد نازل ہوتی ہے۔ قرآن نے بھی اس مقام پر واضح تسلی دی ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے گزرنے والے انبیاءؑ نے بھی صبر کا دامن تھامے رکھا۔ یہاں تک کہ اللہ کی مدد ان کے پاس آ پہنچی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ اصول ہے۔[34] یہی تسلی آمیز اسلوب قرآن حکیم میں مزید تقویت کے ساتھ کچھ اس انداز سے بیان کیا گیا ہے: وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ[35]

یہ آیت تب نازل ہوئی جب کفار اسلام کی روشنی کو بجھانے کے لیے ہر ممکن سازش اور ظلم کر رہے تھے۔ ان سب حالات میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اولوالعزم انبیاءؑ کے واقعات سنا کر تسلی دی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کا قلب مبارک مضبوط و مستحکم رہے اور آپ ﷺ کے وفادار غلاموں کو بھی سکون اور اطمینان کی دولت نصیب ہو۔ ان واقعات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حوصلہ دیا کہ حق کی راہ میں آنے والی آزمائشیں وقتی ہیں لیکن بالآخر کامیابی اہل حق کا مقدر بنتی ہے۔[36]

مفتی محمد شفیع کے نزدیک ان واقعات کے تذکرہ سے دو فوائد کا حصول مطلوب ہے:

پہلا یہ کہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات سن کر آپ ﷺ کے دل کو تقویت پہنچے، سکون و اطمینان حاصل ہو کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی اپنی اپنی اقوام کی شدید مخالفت، ایذا رسانی اور انکار کا سامنا کیا اور بالآخر ان کے دشمن عذاب الٰہی سے تباہ و برباد ہوئے۔ دوسرا یہ کہ ان واقعات کے ضمن میں حقائق (توحید، رسالت) کا اثبات ہو جو اگرچہ ابتداءً کمزور اور غیر موثر نظر آتے ہیں لیکن وقت کے ساتھ قوی ہو کر باطل کو شکست دیتے ہیں اور متکبروں کو ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔[37]

---

[34] Islahi, Amin ahsan, Tadabur Qur'an, 3:44-45
[35] Hud, 11:120
[36] Al-Azhari, Pir karam shah, Zia-ul-Qur'an, Lahore, Zia-ul-Qur'an publications, 1995, 2:399
[37] Usmani, Mufti Muhammad Shafi, Ma'arif al-Qur'an, Karachi:Maktaba Ma'arif al-Qur'an, 1429 A.H/2008, 4:87

۷۔ قصہ یوسف۔ تسلی و استقامت کا عظیم اسلوب:

سورہ یوسف کا بیان کردہ واقعہ محض ایک تاریخی قصہ نہیں بلکہ ہر نبی ورسول کے دل کو تقویت دینے کا ایک گہرا اور پراثر ذریعہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جب آپ ﷺ کفار مکہ کے ظلم وستم کا سامنا کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں کی تاریکی سے نکالا، غلامی سے آزاد کیا اور بادشاہی تک پہنچایا۔ یہ سورت اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ وہی رب آپ اور آپ ﷺ کے جانثاروں کو بھی کامیابی سے ہمکنار کرے گا۔ ابتداً رسول اکرم ﷺ کو مکہ مکرمہ چھوڑنا پڑا۔ مگر جلد ہی اللہ تعالیٰ نے عظیم فتح عطا کی اور آپ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ مکہ میں فاتحانہ انداز میں واپس لوٹے اور اسی موقع پر حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کعبہ کی چھت پر اذان دینے کا اعزاز ملا۔ جو تسلیم توحید کی فتح کا مظہر اور آپ ﷺ کے لیے ایک عظیم قلبی تسکین تھی۔[38]

۸۔ قلب نبوی ﷺ کی کشادگی وتسکین:

انبیاء کرام علیہم السلام کے دل کی کیفیات اور دعوتی مشن کی سنگینی کو اللہ تعالیٰ نے کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ جب کفار کی مخالفت شدت اختیار کر گئی تو رب کریم نے براہ راست آپ ﷺ کے سینہ اقدس کی کشادگی کا ذکر فرما کر قلبی تسلی عطا فرمائی اور فرمایا: أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ[39]

اس آیت میں لفظ شرح دراصل شرح یشرح سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے کہ دل کو کھولنا، کشادگی دینا اور نرمی پیدا کرنا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں کہ کیا ہم نے آپ ﷺ کا سینہ کشادہ نہیں کیا۔ وہ تنگی جو آپ ﷺ کے دل میں کفار کے رویوں سے پیدا ہوتی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے دور کر کے آپ ﷺ کے سینے کو روحانی قوت ویقین اور اطمینان سے بھر دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے قلب مبارک کو اس طور پر کھول دیا کہ وہ ایمان کی روشنی، ہدایت کے نور، علوم ربانی، معرفت الٰہیہ اور حکمتوں کی گہرائیوں کو بآسانی قبول کرنے اور سمجھنے کے قابل ہو گیا۔[40]

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَه يَشْرَحْ صَدْرَه لِلْاِسْلَامِ[41]

مولانا مودودی رحمہ اللہ نے شرح صدر کے دو مفاہیم بیان کیے ہیں:

---

[38] Muhammad bin Ibrahim bin Ibrahim bin Hassaan, Kitab silsila at-Tarbiyah limaza tasli tul-Nabi SAW, almaktaba ash-Shamila, 5:10

[39] Al-Inshirah, 94:1

[40] Saidi, Ghulam Rasul, Tibyan-ul-Qur’an, Lahore, Urdu Bazar, 1430A.H/2009, 12:840-841

[41] Al-An’am, 6:125

پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرما کر رسول اللہ ﷺ کے دل سے وہ اضطراب اور فکری بے چینی دور کر دی جو آپ ﷺ کو زمانہ جاہلیت کے مذہبی تضادات اور غیر واضح عقائد کی وجہ سے لاحق تھی۔ وحی کے نزول کے بعد آپ ﷺ کو وہ راہ ہدایت عطا ہوئی جو واضح، مکمل اور اطمینان بخش تھی جس سے آپ ﷺ کو قلبی سکون نصیب ہوا۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منصب نبوت کی بھاری ذمہ داریوں کو اٹھانے کے لیے غیر معمولی استقامت، ظرف اور قلبی وسعت عطا فرمائی۔ آپ ﷺ کو وہ بصیرت، حکمت اور فہم حاصل ہوا جس کی بدولت آپ ﷺ سخت ترین حالات میں بھی باطل کا مقابلہ کرتے رہے اور کسی خوف، دباؤ یا تنقید کے آگے کبھی پسپا نہ ہوئے۔[42]

۹۔ ربانی قُرب والتفات کی ضمانت:

نبوت کے ابتدائی دور میں جب کچھ وقت کے لیے وحی الٰہی رکی تو منکرین حق نے طعن و ملامت شروع کر دی۔ ایسے پُر آزمائش وقت میں نبی کریم ﷺ کو ان الفاظ میں تسلی دی گئی: مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ[43]

مفسرین نے اس آیت کے نزول کی چند وجوہات ذکر کی ہیں؛ امام رازی رحمہ اللہ نے ایک قول نقل کیا ہے کہ جب کچھ عرصہ کے لیے وحی کا نزول موقوف ہوا تو ابولہب کی بیوی نے طنزاً کہا کہ نعوذ باللہ! تمہیں تمہارا شیطان چھوڑ گیا۔ اس طعن کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے وحی کے تعطل پر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے لیکن انہوں نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو مقام دیا ہے وہ ضائع نہ ہو گا۔ لیکن مفسرین کے نزدیک یہ قول کمزور ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا اپنے رب کے بارے میں ایسا گمان ممکن نہیں۔ ایک اور قول کے مطابق یہ بیان کیا گیا کہ آپ ﷺ کے گھر حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کتے کی موجودگی کی وجہ سے وحی رک گئی مگر یہ بات تاریخی طور پر درست نہیں کیونکہ ان کی پیدائش مدینہ میں ہوئی جبکہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ ان اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ اصل سبب وحی کے وقتی تعطل پر مشرکین کا طعن و تشنیع تھا جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور فرمایا کہ آپ ﷺ کو نہ تنہا چھوڑا گیا اور نہ ہی ناراضگی ہوئی ہے۔[44]

وحی کا وقتی تعطل۔ ایک حکیمانہ مصلحت: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اطمینان دلایا کہ وحی کے رک جانے کی وجہ کسی ناراضگی کا اظہار نہیں بلکہ اس میں ایک عظیم حکمت کار فرما تھی۔ جس طرح دن کے بعد رات سکون کا ذریعہ بنتی ہے اسی طرح وحی کا وقفہ آپ ﷺ کے قلب و جسم کو آرام دینے کے لیے تھا، تاکہ مسلسل روحانی اور جسمانی بوجھ سے آپ ﷺ کو مہلت

---

[42] Mawdudi, Sayed Abul-'ala, Tafhim-ul-Qur'an, Lahore: Idara Tarjuman-ul-Qur'an, 6:379
[43] Ad-Dhuha, 93:3
[44] Saidi, Ghulam Rasul, Tibyan-ul-Qur'an,12:809-810

ملے یہ آیت دراصل آپ ﷺ کے دل سے وقتی اضطراب کو دور کرنے کے لیے نازل ہوئی اور اس کا مقصد آپ ﷺ کو تسلی دینا اور آپ ﷺ کی حوصلہ افزائی کرنا تھا۔[45]

تسلی و تربیت پر مبنی حکمت عملی: آپ ﷺ کو براہ راست خطاب کر کے یہ حقیقت واضح کی گئی کہ وحی کا وقتی انقطاع کسی بے توجہی، ناراضگی یا اطاعت میں کوتاہی کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ یہ دراصل ایک تربیتی مرحلہ تھا جو اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو روحانی بلندی اور اخلاقی استقامت کے لیے مقدر فرماتا ہے۔ اس نوعیت کا امتحان انسانی سیرت کی تکمیل اور نبوی مشن کی تیاری کا ایک حصہ ہوتا ہے نہ کہ کسی ناراضگی یا ترک نظر کا اظہار۔[46]

۱۰۔ بعثت نبی ﷺ کا بنیادی فریضہ تبلیغ رسالت:

نبی کریم ﷺ کا غم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ امت کی ہدایت کے لیے بے حد فکر مند تھے۔ تاہم قرآن حکیم نے بارہا تسلی دی کہ ایمان لانا ہر فرد کا ذاتی انتخاب ہے اور آپ ﷺ پر صرف تبلیغ کی ذمہ داری ہے۔ یہ قرآنی اسلوب آپ ﷺ کے قلب مبارک کو سکون دینے اور فکر کے بوجھ کو کم کرنے کا ذریعہ ہے جیسا کہ قرآن میں فرمان الہی ہے:

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ[47]

"پس اگر وہ اعراض کریں تو ہم نے تجھے صرف پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے نہ کہ نگہبان بنا کر۔ تیرے ذمے صرف پہنچانا ہے۔"

آپ ﷺ کو ہدایت دی گئی کہ اگر یہ لوگ حق سے منہ موڑیں تو آپ ﷺ اُن کے ذمہ دار نہیں اور آپ ﷺ کا کام صرف اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ ان کے اعمال کا حساب لینا اور ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے جو خود ان کے انجام کا فیصلہ کرے گا۔[48]

۱۱۔ قلبی اطمینان کی تلقین:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو غم واندوہ کی کیفیت میں تسبیح و تحمید کا حکم دیا جو قلبی سکون کا ذریعہ ہے۔ ذکر الہی انسان کے دل کو قوت اطمینان اور یقین بخشتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ- فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ- وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ[49]

---

45 Ibid, 12:810
46 Islahi, Amin ahsan, Tadabur Qur'an, 9:410
47 Shura, 42:48
48 Ibn Kathir, Tafsir al-Qur'an al-Azim, 7:197
49 Al-Hajar, 15: 97-99

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی دلجوئی فرماتے ہیں اور اس امر کی جانب توجہ دلاتے ہیں کہ جب مشرکین کا مذاق اڑانا، قرآنی انکار اور استہزا آپ ﷺ کو رنجیدہ کریں تو اس کا بہترین علاج ذکر الٰہی اور سجدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو تلقین فرماتے ہیں کہ دل کی تنگی اور اذیت کا مداوا اس میں ہے کہ آپ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیں مزید یہ کہ نماز اور سجدہ انسان کو قرب الٰہی کے اعلیٰ ترین مقام تک پہنچاتے ہیں اور جمہور نے یہاں یقین سے مراد موت لی ہے جبکہ موت ایک یقینی اور حتمی حقیقت ہے جیسا کہ امین احسن اصلاحیؒ نے یقین سے مراد قیامت کے آثار اور صحیح حقیقت لیا ہے ان کے نزدیک یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اس وقت تک اللہ کی بندگی میں مشغول رہیں جب تک وہ تمام باتیں اور حقائق جو آپ ﷺ نے بتائے ہیں آشکار نہ ہو جائیں۔[50]

۱۲۔ مستقبل کی کامیابی اور فلاح کی بشارت:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے مستقبل کی بہتری کی بشارت دی جیسا کہ قرآن کریم میں ذکر ہے:

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى[51]

اس آیت میں آپ ﷺ کو نہایت حکیمانہ و لطیف اسلوب میں تسلی سے نوازا گیا ہے کہ موجودہ مصائب و مشکلات عارضی نوعیت کے ہیں۔ مستقبل میں حالات تبدیل ہو جائیں گے، ہر آنے والا مرحلہ سابقہ سے بہتر ہو گا اور رب کریم اپنی عنایات اور انوار ربانی سے آپ ﷺ کے قلب مبارک کو سرشار فرمائے گا۔ اگرچہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت کوئی ظاہری امکانات موجود نہ تھے مگر یہ کلام الٰہی کا اعجاز ہے کہ وہ اضطراب کی فضا میں امید کی روشنی دکھاتا ہے۔ یہ تسلی کا وہ انوکھا اور خاص اسلوب ہے جو صرف وحی الٰہی ہی اپنا سکتی ہے[52] مزید یہ بھی اشارہ دیا گیا کہ جو حالات اس وقت درپیش ہیں وہ عارضی ہیں اور بہت جلد ان کا نقشہ بدل جائے گا۔ مستقبل حال سے کہیں زیادہ روشن اور بابرکت ہو گا۔ قرآن نے جا بجا اشاروں کو کبھی ظاہری اور کبھی مخفی انداز میں بیان کیا ہے۔ سابقہ الہامی صحیفوں میں آپ ﷺ سے متعلق پیشگوئیوں میں بھی آپ ﷺ کی دعوت کے آغاز کو ایک رائی کے دانے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ بظاہر چھوٹا اور کمزور نظر آنے والا بیج جو وقت کے ساتھ ایک تناور درخت میں بدل جاتا ہے یہاں تک کہ پرندے بھی اس میں سکون پاتے ہیں۔ خیر کا لفظ اس آیت میں ایک وسیع بشارت لیے ہوئے ہے جس میں فتح مکہ، دشمنوں کی شکست، دین کا غلبہ اور لوگوں کے گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونے کی نوید شامل ہے۔[53]

---

50 Usmani, Mufti Muhammad Shafi, Ma'arif al-Qur'an, 4:313
51 Ad-Dhuha, 93:4
52 Mawdudi, Sayed Abul-'ala, Tafhim-ul-Qur'an, 6:371
53 Islahi, Amin ahsan, Tadabur Qur'an, 9:414

۱۳۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و انعام کی نوید:

نبی کریم ﷺ کو صبر و استقامت اور تبلیغ حق کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم کی خوشخبری عطا فرمائی۔ قرآن کریم میں یہ وعدہ نہ صرف تسلی کا ذریعہ ہے بلکہ نبوی مشن کی قبولیت اور کامیابی کی علامت بھی ہے۔ قرآن حکیم میں بھی اس اجر و انعام کی صراحت موجود ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى [54]

یہ آیت آپ ﷺ کی قلبی تسکین اور مستقبل کی بشارت کا جامع مظہر ہے۔ مفسرین نے اس آیت قرآنیہ کو مختلف انداز سے واضح کیا ہے مثلاً:

شفاعت کی بشارت: آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو شفاعت کبریٰ کی ایسی عظیم نعمت سے سرفراز فرمائے گا جو آپ ﷺ کے دل کو کامل اطمینان اور خوشنودی عطا کر دے گی۔ یہ وہ انداز تسلی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی رضا کو اپنی عطا سے وابستہ کر دیا۔[55]

دنیا و آخرت میں عظمت نبوی ﷺ: امام ابو منصور ماتریدیؒ (م ۳۳۳ھ) بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کرے گا، دشمنوں پر غلبہ عطا کرے گا، دین اسلام کو تمام اطراف میں پھیلائے گا اور آخرت میں آپ ﷺ کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت دے گا۔ مقام محمود، علم شفاعت، جنت اور کوثر کا عطا کیا جانا، یہ سب وہ اعزازات ہیں جن سے آپ ﷺ کی عظمت و فضائل کا اظہار ہوتا ہے۔[56]

رنج کی نفی اور مکمل رضا: امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے وعدہ فرمایا کہ ہم آپ ﷺ کو راضی کر دیں گے۔ اگرچہ بعض امتی دوزخ میں چلے جائیں تو بھی آپ ﷺ راضی تو رہیں گے لیکن ان کے عذاب پر رنجیدہ ہوں گے۔ اس لیے فرمایا کہ ہم آپ ﷺ کو رنجیدہ بھی نہیں ہونے دیں گے یعنی آپ ﷺ کی پوری امت کو دوزخ سے نجات دیں گے۔[57]

---

[54] Ad-Dhuha, 93:5
[55] Saidi, Ghulam Rasul, Tibyan-ul-Qur'an, 12:804
[56] Ibid, 12:811
[57] Sahih Muslim bi-Sharhi al-Nawawi, al-Matb'ah al-Misriyah al-Azhar, 1347 A.H/1929, 3:79

امید افزا آیت رب کا وعدہ رضا: بعض مفسرین نے اس آیت کو قرآن کی سب سے امید افزا آیت قرار دیا ہے ۔کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے محبوب کو اتنا عطا کرے گا کہ وہ راضی ہو جائیں گے۔اس آیت میں ایک خاص شان عطا اور غیر مشروط رحمت الٰہی کی جھلک نظر آتی ہے۔[58]

۱۴۔ نعمتوں کی یاد دہانی- قلب نبی ﷺ پر پڑے فکر و غم کا ازالہ:

تسلی و تشفی کا ایک حسین اسلوب یہ بھی ہے کہ سابقہ نعمتوں کی یاد دہانی کے ذریعے منعم علیہ کے دل کو سکون عطا کیا جائے۔ قرآن کریم میں نبی کریم ﷺ کو ماضی کی نعمتیں یاد دلا کر حال کی مشقت کو آسان بنانے کی نوید سنائی گئی۔ ارشادِ الٰہی ہے: وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ- الَّذِیٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ[59]

ان آیات میں آپ ﷺ کو ایک خاص انداز سے تسلی اور حوصلہ دیا گیا ہے۔ یہ کرب و اضطراب جس نے آپ ﷺ کو نبوت سے قبل بے چین کیے رکھا وہ دراصل حق کی تلاش کی وہ بے قرار جستجو تھی جو مسلسل ذہن و دل پر بوجھ بن چکی تھی۔جب وحی کا نزول شروع ہوا اور ہدایت کی راہ واضح ہوئی تو اس بوجھ میں کمی کی بجائے ایک نئی آزمائش شروع ہو گئی۔ قوم کی کھلی مخالفت اور دعوت کا ظاہری طور پر غیر موثر محسوس ہونا ۔اس صورت حال میں قدرتی طور پر دل میں خیال آسکتا تھا کہ شاید کوتاہی ہو رہی ہے جس کے باعث دعوت اثر انداز نہیں ہو رہی۔ اسی غم اور فکری دباؤ کے خاتمے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورہ طٰہٰ کی ابتدائی آیات میں نہایت تسکین آمیز انداز اختیار فرمایا:

طٰهٰ- مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى- إِلَّا تَذْكِرَةً لِمَنْ يَخْشَى۔[60]

ان آیات کے ذریعے نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک پر جو بوجھ تھا اس کو ہٹا دیا گیا اور یہ تسلی دی گئی کہ مشن کی کامیابی کا تعلق فقط ظاہری نتائج سے نہیں بلکہ اللہ کی حکمت پر ایمان رکھنے سے ہے۔ اس اسلوب تسلی میں درد کو تسکین اور اضطراب کو اطمینان میں بدل دینے والی ایک لطیف اور پر اثر حکمت کار فرما ہے۔[61]

۱۵۔ ذکر مصطفی کا بلند ہونا-ربانی تسلی کی عظیم صورت:

نبوت کی راہ میں پیش آنے والی اذیتوں اور دعوت حق کے انکار کی تلخیوں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ایک ایسی عظیم خوشخبری عطا کی جو کہ انتہائی باعث تسکین تھی۔ یہ بشارت نہ صرف آپ ﷺ کی شان اقدس کے اعتراف کا اعلان ہے بلکہ ذکر مصطفی ﷺ کے دوام اور بلندی کا اظہار بھی ہے۔ ارشاد بارتعالیٰ ہے:

---

[58] Saidi, Ghulam Rasul, Tibyan-ul-Qur'an,
[59] Al-Inshirah, 94:2-3
[60] TaHa, 20:1-3
[61] Islahi, Amin ahsan, Tadabur Qur'an, 9:427

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ[62]

اس آیت قرآنی میں آپ ﷺ کی عظمت کو ایک نئے اسلوب سے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں صرف فضیلت کا ذکر نہیں بلکہ تسلی کا وہ نرالہ اسلوب ہے جس میں رب کریم نے خود آپ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہم نے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے یہ الفاظ بظاہر مختصر ہیں مگر ان میں آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ اور دین کی عالمگیریت کا پیغام بھرپور انداز میں پوشیدہ ہے۔ آپ ﷺ کی دعوت ابتداً اگرچہ مکہ کے سرداروں کی مخالفت کا نشانہ بنی مگر یہ آواز محض وقتی نہ رہی۔ تدریجاً مدینہ کے انصار و عرب کے قبائل اور دور دراز کے علاقوں تک یہ پیغام پہنچا یہاں تک کہ دنیا کے ہر کونے میں آج آپ ﷺ کا ذکر موجود ہے اور اللہ اکبر کی صداؤں کے ساتھ آپ ﷺ کا نام ہر دن بار بار بلند ہوتا ہے۔[63] آپ ﷺ کی فضیلت یہ ہے کہ ایمان و اطاعت کا معیار آپ ﷺ پر ایمان لانا قرار دیا گیا۔ کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ آپ ﷺ پر ایمان نہ لائے اور کوئی اطاعت بھی اللہ کے ہاں قبول نہیں جب تک وہ آپ ﷺ کی اطاعت نہ کرے۔[64] جیسا کہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ[65]

اس مضمون کی تکمیل سورہ احزاب کی اس عظیم آیت سے مزید واضح ہوتی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَه يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا[66]

بے شک نہ صرف اللہ اور اس کے فرشتے آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں بلکہ ایمان والوں کو بھی اس درود میں شامل ہونے کا حکم دیا گیا۔ یہ بات خود اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے مقام کو کس درجہ بلند فرمایا ہے کہ امت کو حکم دیا کہ وہ بھی اس عمل میں شامل ہو جائیں۔ یہ وہ فضیلت کاملہ ہے جو کسی اور بشر کو حاصل نہیں ہے۔

۱۶۔ معراج النبی ﷺ۔ تسکین و روحانیت کا مرقع:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو معراج کے ذریعے دل کی تسکین اور روحانی سکون عطا فرمایا۔ یہ خاص اعزاز صرف آپ ﷺ کے لیے ہے کیونکہ کسی اور نبی کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہوا۔ معراج کے تجربے نے آپ ﷺ کے صبر و استقامت کو مزید مضبوط کیا اور دعوت نبوی ﷺ کی مشکلات کے دوران آپ ﷺ کے دل کو سکون بخشا۔ اس اعزاز کا ذکر قرآن پاک میں کچھ اس انداز سے کیا گیا ہے:

---

62 Al-Inshirah, 94:4
63 Ibid, 9:427
64 Saidi, Ghulam Rasul, Tibyan-ul-Qur'an, 12:858
65 An-Nisa, 4:80
66 Al-Ahzab, 33:56

سُبْحٰنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي بٰرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ ءَايٰتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ[67]

صاحبِ معارج النبوۃ فی مدارج الفتوی نے معراج النبی ﷺ کی یہ حکمت بیان کی ہے کہ یہ آپ ﷺ کے دلی اطمینان اور روحانی سکون کے لیے خاص نعمت تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ نے مخالفین کی جانب سے شدید مشکلات کا سامنا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بلند مقام کے ذریعے اپنی قدرت، شان و شوکت اور دلیل و برہان کی عظمت آپ ﷺ کے سامنے کر دی تاکہ دنیاوی مجاہدات اور ریاضات اس عظیم نعمت کے مقابلے میں حقیر اور ناچیز نظر آئیں۔ اس کے نتیجے میں آپ ﷺ کے دل کو غبار و کدورت سے رہائی حاصل ہوئی اور محنت و مشقت کے بعد روحانی سکون اور آرام کی نعمت عطا ہوئی۔[68]

خلاصہ کلام:

مذکورہ بالا بحث سے حاصل شدہ نکات درج ذیل ہیں۔

- قرآن مجید نے دعوت توحید اور انکار حق کے ضمن میں انبیاء کرام علیہم السلام کو درپیش مشکلات، مخالفین کے رویوں اور مخالفت کے اسباب و محرکات کو مختلف سورتوں میں مختلف انداز سے بیان کیا ہے۔
- مشرکین و منکرین کا طرز عمل ہمیشہ ضد، ہٹ دھرمی اور عناد پر مبنی رہا، وہ واضح دلائل اور معجزات کے باوجود حق کو تسلیم کرنے کی بجائے جھٹلاتے رہے۔
- منکرین کی گمراہی کے اسباب میں جاہلانہ تقلید، دنیاوی مفادات کی پیروی اور تکبر وخود پسندی شامل تھے، جنہیں قرآن نے بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔
- تکذیب وانکار کے مقابل قرآن نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی کہ رب کی حمایت کامل آپ ﷺ کے ساتھ ہے اور وہ آپ ﷺ کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔
- قرآن حکیم میں واضح کر دیا گیا ہے کہ نبوت اللہ کا انتخاب ہے اور اس کے ساتھ رب کی رضا اور نصرت شامل حال ہوتی ہے جو کسی بشر کے انکار یا اعتراض سے متاثر نہیں ہوتی۔
- استہزائیہ اعتراضات کو قرآن نے ان کی باطل اساس کے ساتھ رد کیا اور نبی کریم ﷺ کو نتیجہ خیزی کی فکر سے آزاد کر کے صرف دعوت و تبلیغ پر مرکوز رہنے کا حکم دیا۔

---

[67] Bani-Israil, 17:1

[68] Al-Kashfi, al-Harwi, Moin wa'iz, Ma'arij an-Nubuwat, Maktaba Nabaviah, Ganj bakhsh road, Lahore, 2000, 2:369-370

- وحی کے وقفے (فترۃ الوحی) کے دوران نبی کریم ﷺ پر منکرین کے استہزائیہ سوالات اور طعن و تشنیع سے نفسیاتی کیفیت کا پیدا ہونا فطری تھا۔ جس کا جواب باری تعالیٰ نے تسلی اور شفقت کے انداز میں دیا اور آپ ﷺ کو رب کی ناراضگی سے بری الذّمہ قرار دیا۔
- سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت کے واقعات کے بیان سے بھی آپ ﷺ کو حوصلہ اور صبر کا پیغام دیا گیا اور ہمت بندھائی گئی ہے۔
- آپ ﷺ کو الٰہی تسبیح و تحمید کے ذریعے قلبی سکون کے حصول کی تعلیم دی گئی جو نبوی مشن میں کامیابی و کامرانی کے لیے بنیادی تقاضا ہے۔
- ذکر مصطفی ﷺ کی بلندی و تسلسل کے پیغام کے ذریعے ربانی تسلی اور تشفی عطا کی گئی اور ڈھارس بندھائی گئی۔
- تثبیت و تشفی کے تمام اسالیب اس بات کا ثبوت ہیں کہ نبوت کا بوجھ محض دعوتی نہیں بلکہ ایک نفسیاتی، فکری اور روحانی بوجھ بھی ہے جسے رب نے خود اپنے محبوب کے لیے ہلکا اور قابل برداشت بنایا۔
- قرآنی تسلیات محض جذباتی سہارا نہیں بلکہ دلائل و واقعات کی بنیاد پر آپ ﷺ کو نئے فکری زاویے اور دعوتی استقامت عطا کی گئی۔
- الٰہی حمایت کاملہ کے بیان کا قرآنی اسلوب محض تسلی و تشفی نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے مبلغین، محققین اور داعیان حق کے لیے دعوتی لائحہ عمل اور نصرتِ الٰہی کا پیغام کامل بھی ہے۔
- منکرین حق کے ہتھکنڈوں کی بے اثری، تدبیرات باطلہ میں ناکامی اور نبی کریم ﷺ کے لیے رب کی حمایت کاملہ سے امت کو یہ سبق ملا کہ دعوتِ دین میں مخالفین کا ہونا بدیہی امر ہے مگر دعوت کی کامیابی اور غلبہ دین کے لیے کلیدِ اصل رب کی نصرت و حمایت اور توجہ و رضا ہے۔